حیاتِ عُرفیؔ شیرازی کا ایک تنقیدی مطالعہ

از جناب ڈاکٹر محمد ولی الحق صاحب انصاری بی، اے، آنرز
ایم، اے، ایل، ایل، بی، پی، ایچ، ڈی، لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی

(۴)

عرفیؔ کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ بیانات اگرچہ بظاہر ٹھیک معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر بہ نظرِ غور دیکھا جائے تو دونوں غلط ہیں، جہاں تک عبد النبی کے بیان کا تعلق ہے یہ صحیح ہے کہ عرفیؔ کے چیچک نکلی تھی جس کی طرف محمود طرحی نے اپنی حسب ذیل رباعی میں اشارہ کیا ہے۔[۱]

دے زین بلو جامہ زماتم بدرید ٭ کایام بروئے عرفیؔ لحد رید
از آبلہ فرنگ اے ہم نفساں ٭ دیگر نتوان جمال سیدی را دید

لیکن اگر عبد النبی کے قول کے مطابق وہ عرفیؔ کی بیس سال کی عمر میں نکلی تھی تب چیچک سے پیدا ہونے والی بدصورتی اس کے ترکِ وطن کا باعث نہیں ہو سکتی، یہ بات طے شدہ ہے کہ عرفیؔ تقریباً تیس سال کی عمر میں ہندوستان آیا اگر بیس سال کی عمر میں چیچک نکلی اور اس کے بعد وہ تقریباً دس سال تک مع اپنی تمام بدصورتی کے وطن ہی میں رہا تو یہ بات بعید از قیاس ہے کہ دس سال تک تو وہ ہر قسم کی تضحیک برداشت کرتا رہا لیکن دس سال کے بعد وہ اس سے اتنا برداشتہ خاطر ہوا کہ اس نے اپنے وطن کو ترک کر دیا۔ اگر چیچک سے پیدا شدہ بدصورتی اس کے لیے اتنی ہی ناقابلِ برداشت تھی کہ اس نے وطن تک چھوڑنا گوارا کیا تو اس خراب حالت

لہ میخانہ، مرتبہ احمد گلچین معانی (طہران ایڈیشن سنہ ۱۳۴۰ھ شمسی) ص ۹۵۶

اس کے لئے تقریباً دس سال تک ایران میں قیام کیے رہنا ناممکن تھا اور چیچک سے ٹھیک ہونے کے فوراً بعد ہی اسے ہندوستان یا کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہئے تھا جو اس نے نہیں کیا۔ دوسرے یہ کہ عرفی کی نظر میں حسن صورت حسن سیرت کے مقابلہ میں کچھ اہمیت نہیں رکھتا جیساکہ وہ حسب ذیل قطعہ میں کہتا ہے ؎

بدون معنی اگر حسن یوسفی داری ÷ زصحبت تو زلیخا بود دل افسردہ
یقیں شناس کہ صورت تن است و معنی جان ÷ اگر بہ حسن گروز آفتاب و مہ بردہ
برو بہ صورت تنہا مکن بہ مردم ناز ÷ کہ دل زکس نہ برد حسن شاہد مردہ

اور ایسے خیالات رکھنے والے کے لئے حسن صورت کا خراب ہو جانا چنداں اہمیت کی بات نہیں ہے تیسرے یہ کہ عرفی ان لوگوں میں نہ تھا جو اہل دنیا کے طعنوں سے پریشان ہوجاتے ہیں بلکہ وہ ان میں تھا جو خود اہل زمانہ کو بدل دیا کرتے ہیں۔ ایسا شخص جو کہ یہ کہتا ہو کہ ؎

نوا را تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی ÷ حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

کبھی اہل زمانہ کے طعنوں سے پریشان نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک عبدالباقی کے بیان کا تعلق ہے اور جس کی تصدیق علی ابراہیم خلیل بھی کرتے ہیں یہ صحیح ہے کہ خان خاناں کے دربار میں پہونچنے سے قبل ہی عرفی کو خان خاناں کی طرف سے انعام و اکرام ملتے رہے تھے لیکن یہ کہنا کہ صرف خان خاناں کی داد و دہش کی شہرت اسے ہندوستان لائی قطعاً غلط ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ایران سے روانہ ہونے کے بعد عرفی سیدھا خان خاناں کے پاس آتا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور شمالی ہند آنے کے بجائے عرفی پہلے دکن آیا اور بیجاپور و احمد نگر میں تقریباً چھ مہینہ قیام کرنے کے بعد جب وہ شمالی ہندوستان آیا اس وقت بھی خان خاناں کے بجائے وہ سیدھا فیضی کے پاس پہونچا اور کافی عرصہ تک اس کے ساتھ بہ حیثیت ایک دوست کے رہتا رہا۔ فیضی سے تعلقات کشیدہ ہونے کے بعد بھی وہ خان خاناں کے پاس نہ گیا بلکہ ابوالفتح شیرازی[1] کے دربار سے خود کو منسلک کر لیا۔

---

[1] حکیم ابوالفتح گیلانی پسر مولانا عبدالرزاق گیلانی حکمت نظری میں جواب نہ رکھتا تھا۔ احمد خاں کے دور حکومت میں اپنے انتقال تک وہ گیلان کی صدارت پر فائز رہا لیکن ۹۷۴ھ میں جب گیلان پر شاہ طہماسپ صفوی کا قبضہ ہو گیا تو حکیم ابوالفتح اپنے دونوں بھائیوں حکیم ہمام اور حکیم نورالدین کے ساتھ ہندوستان چلا آیا اور تینوں بھائیوں نے اکبر کی ملازمت اختیار کر لی۔
(باقی بر صفحہ آئندہ)

اس نے خان خاناں کی مدح میں قصیدہ بھی ابتداءً خود اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حکیم ابوالفتح کی ترغیب سے
اور جب تک ابوالفتح زندہ رہا عرفی نے اس کا دامن نہ چھوڑا۔ وہ خان خاناں کے دربار میں اپنی زندگی
آخری دو برسوں میں گیا اور خان خاناں کی مدح سرائی کے ساتھ ساتھ اپنے مرحوم دوست ابوالفتح کو نہ بھو
اور خان خاناں کی مدح میں اپنے جو قصیدے لکھے ان میں بھی ابوالفتح کی غائبانہ تعریف کی۔ یہ باتیں ظا
کرتی ہیں کہ عرفی کو خان خاناں کی داد و دہش گھسیٹ کر ہندوستان نہیں لائی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوست
آنے کے بعد ابوالفتح کے دربار سے توسط رکھنے کے دوران میں خود ابوالفتح نے اس سے خان خاناں (جو کہ
عزیز دوست تھا) کی مدح میں قصیدہ کہنے کو کہا جو عرفی نے نظم کیا اور اس کے بعد شاید ابوالفتح کی زندگ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ابوالفتح زمانہ شناس تھا اس لئے جلد ہی اس نے اکبر کے مزاج میں اتنا دخل حاصل کر لیا کہ اگ
منصب ہزاری سے آگے نہ بڑھا پھر بھی مرتبہ میں وہ وزارت و وکالت سے بھی آگے بڑھ گیا تھا۔ ابوالفتح کا انتقال اکبر
سفرِ کشمیر کے دوران میں ۱۹ رشوال ۹۹۷ھ مطابق ۲۱ راگست ۱۵۸۹ء کو اٹک کے قریب ہوا (دیکھئے اکبر نامہ - ۳،
ترجمہ ۔ صفحہ - ۸۵۲) ملا بدایونی حکیم ابوالفتح کی فہم و ذکا کے قائل ہوتے ہوئے بھی اس کے مزاج کے شاکی تھے چنانچہ لکھا
کہ: "در خدمت بادشاہ بہ مرتبہ تقرب تمام رسیدہ تصرف در مزاجش چناں نمود کہ جمیع اہل دخل بر وحسد می بردند،
فہم و جودتِ طبع و دیگر کمالاتِ انسانی از نظم و نثر امتیاز تمام داشت و ہمچناں در بے دینی و سائر اخلاق ضمیمہ ضرب المثل
و فقیر در ایامیکہ حکیم نو آمدہ بود، از وے شنیدم کہ می گفت خسرو مست دہمیں دوازدہ بیت، انوری را پیوستہ انوری
مداح گفتہ او را بہ میر بادنجان کہ مضحک زمانہ بود تشبیہ می داد و خاقانی را می گفت کہ اگر در این زمان می بود بسیار ترقی
بہ این طریق کہ ہر گاہ بہ نیش خانہ من می آمد او را سیلی می زدم تا کاہلی طبیعت را می گزاشت و چوں ازین جا بہ تیشہ
ابوالفضل می رفت آنجا او سیلی می زد و شعر او را اصلاح می دادیم" (دیکھئے منتخب التواریخ جلد سوم ص ۱۶۷)
صادق ہمدانی نے طبقاتِ شاہجہانی میں حکیم ابوالفتح کے متعلق ملا بدایونی ہی کے الفاظ دہرا دیئے ہیں، لیکن آزاد بلگرامی
نے خزانۂ عامرہ میں بدایونی کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "...... و مؤلف گوید ظاہرا این چنانکہ حکیم
در اوائلِ مشقِ سخن باشد و بعد ازاں کہ ترقی کردہ بہ استادی استاداں معترف گردید۔ (دیکھئے خزانۂ عامرہ من
ذکر حیاتی گیلانی) عرفی نے حکیم ابوالفتح اور شاہ فتح اللہ شیرازی دونوں کی تاریخ وفات حسب ذیل رباعی سے

امثال دو علامہ ز عالم رفتند ÷ رفتند مؤخر و مقدم رفتند
چوں ہر دو موافقت نمودند بہم ÷ تاریخ آمد کہ "ہر دو باہم رفتند"
۹۹۷ ہجری

(دیکھئے زبدۃ التواریخ النور، مصنفہ شیخ نور الحق دہلوی۔ مخطوطہ برٹش میوزیم، مائکرو فلم در خدا بخش لائبریری)

کسی موقع پر خان خاناں سے اس کی ملاقات ہوئی اور ابوالفتح کے انتقال کے بعد وہ مستقلاً خان خاناں کے دربار سے وابستہ ہوگیا۔ عرفی کے ہندوستان آنے کے سلسلہ میں سب سے مضحکہ خیز سبب وہ ہے جس کی طرف مولانا شبلی نے شعر العجم میں اشارہ کیا ہے کہ وہ شاہزادہ سلیم کا نادیدہ عاشق ہو کر ہندوستان آیا۔ مولانا موصوف اگرچہ شعر العجم میں ذکرِ عرفی کے سلسلہ میں دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے مقالہ کی بنیاد مآثرِ رحیمی اور عرفات ا دعوی کی عبارتوں پر رکھی ہے لیکن ان دونوں تذکروں کے اقتباسات سے جو گزشتہ صفحوں پر دیے جا چکے ہیں یہ چیز صاف ہے کہ عرفی کی ہندوستان میں آمد کے سلسلہ میں شاہزادہ سلیم کی ذات کو کوئی دخل نہ تھا۔ نہ صرف ان دونوں تذکروں بلکہ کسی بھی ہم عصر یا بعد کی تصنیف میں عرفی کے ہندوستان آنے کا سبب شاہزادہ سلیم کا عشق نہیں بتایا گیا ہے[1] مولانا شبلی کے اس بیان کو جو کہ عرفی کے کردار کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے بجز اُن کے دماغی اختراع کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا اور یہ ایسی ہی تہمت ہے جس کے متعلق عرفی خود کہہ گیا ہے کہ ع "یوسف این را متحمل شد و مریم برداشت"

شاہزادہ سلیم سے وابستگی کا جہاں تک تعلق ہے عرفی کے اس قصیدہ سے جس میں مولانا موصوف کو ایک داستانِ عشق پوشیدہ نظر آتی ہے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ شاہزادہ کے دربار میں اس وقت تک نہ گیا جب تک کہ شاہزادہ نے خود اُسے بُلوا نہ بھیجا اور اس وقت تک اس کی مدح میں قصیدہ نہ کہا جب تک کہ خود شاہزادے نے فرمائش نہ کی جیسا کہ عرفی کے اسی قصیدہ کے مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہے:-

صباح عید کہ بر تکیہ گاہِ ناز و نعیم ÷ گدا کلاہ نمد کج نہاد و شاہ دیہیم
جہاں چنیں خوش و من خوشتر از جہاں بہ وفاق ÷ نشستہ با خرد اندر تعلم و تعلیم
کہ ناگہاں ز درم در رسید مژدہ دہے ÷ چنانکہ از چمن طالعم بہ مغز شمیم
چہ گفت۔ گفت کہ اے مخزنِ جواہر قدس ÷ چہ گفت۔ گفت کہ اے مطلب بہشت نعیم

---

[1] مولانا شبلی شعر العجم (جلد سوم، ص ۵، طبع چہارم) میں تحریر فرماتے ہیں: "بعض تذکروں میں لکھا ہے کہ عرفی شاہزادہ سلیم کے حُسن غائبانہ کا عاشق ہو کر آیا......" افسوس ہے کہ مولانا موصوف نے کسی ایک بھی ایسے تذکرہ کا حوالہ نہیں دیا جس میں انھیں یہ داستان نظر آئی۔ راقم الحروف کی نظر سے جتنے بھی تذکرے گزرے ہیں اُن میں سے کسی میں بھی ایسی کوئی داستان نہیں پائی جاتی۔

بیاکہ از گہرت باد می کسند دریا ÷ بیاکہ تشنہ لبت را طلب کند تسنیم
زلال چشمہ امید لقد اکبر شاہ ÷ طراز دولت جاوید شاہزادہ سلیم
بخندہ گفت کہ در عذر این گناہ بزرگ ÷ کہ رفتہ نام تو بے حکم ما بہ ہفت اقلیم
ہمیں کہ رفتی ازیں آستان نوشتہ بیار ÷ گزیدہ نسخہ از زادہائے طبع سلیم

متذکرہ بالا تذکرہ نگاروں کے علاوہ عہد مابعد کے کچھ دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی عرفی کے ہندوستان میں آنے کے سبب پر روشنی ڈالی ہے، چنانچہ شیر خان لودی کا خیال ہے کہ عرفی عنفوانِ شباب میں سیاحت کی غرض سے ہندوستان آیا اور اس سلسلہ میں مراۃ الخیال میں وہ رقمطراز ہیں[1] کہ

" اصلش از شیراز ست۔ در عنفوانِ شباب بہ طریقِ سیاحت بہ ہندوستان افتادہ و بہ وسیلۂ حکیم ابوالفتح گیلانی ..... بہ استیلام عتبہ علیہ سلطنت سرفرازی یافتہ مشمول عنایات خاص گردید"

خافی خان کا کہنا ہے کہ عرفی کے ایران سے ہجرت کا سبب اس کے معاصرین کا جذبہ حسد تھا۔ وہ منتخب اللباب میں لکھتے ہیں کہ[2]

" قبل ازان کہ بحد تکلیف شرعی رسد اشعار رنگین و قصیدہ ہائے برجستہ می گفت تا آنکہ ابنائے زمان برو رشک بردند و درپے خفت او شدند لہٰذا ترکِ وطنِ مالوف نمودہ، وارد ہندوستان گردیدہ سعادت ملازمت بادشاہ حاصل نمود"

سراج الدین علی خاں آرزو اور کچھ دوسرے تذکرہ نگاروں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ قدر دانانِ ہند کی شہرت عرفی کو ہندوستان کھینچ لائی چنانچہ سراج الدین علی خاں آرزو مجمع النفائس میں لکھتے ہیں[3]

" عرفی بہ استماع آوازہ قدر دانانِ ہند وارد این ملک گشت "

عرفی کے ہندوستان آنے کی اصل وجہ وہی ہے جو خان آرزو نے بیان کی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جذبہ اور ایران میں عرفی کے معاصرین کی رقابت اور رشک سے ہونے والی پریشانی بھی اس

---

[1] مراۃ الخیال، صفحہ ۸۱ ذکر عرفی شیرازی۔ [2] منتخب اللباب جلد اول (کلکتہ ایڈیشن) صفحہ
[3] مجمع النفائس، مخطوطہ خدا بخش لائبریری، بانکی پور، پٹنہ، ورق ۳۱۲

ستان آنے کے خیال کے معاون رہے ہوں۔ اس عہد میں ہندوستان میں فارسی شعرا کی قدردانی عام بات تھی جس سے عرفی بھی متاثر ہوا اور دوسرے شعرا کی طرح وہ بھی قسمت آزمائی کے لئے چل کھڑا ہوا اپنے مشہور قصیدہ ترجمۃ الشوق میں خود اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

بہ گلشن آمدہ از روضہ ماندہ ام محروم　　　که روئے ہندسیہ باد و پائے حرص فگار

کے ہندوستان آنے کے سنہ کے متعلق سوائے تقی الدین کاشی اور حیدر حسین خاں سہیل کے باقی تمام رہ نگار خاموش ہیں۔ تقی الدین کاشی جو عرفی کا ہمعصر ہے۔

ایران سے عرفی کی روانگی کا سال ۹۹۲ھ قرار دیتا ہے (اگرچہ اسپرنگر نے اپنی فہرست کتب میں تقی شی ہی کے حوالہ سے عرفی کا ہندوستان میں وارد ہونے کا سنہ ۹۹۴ھ لکھا ہے) لیکن سہیل دہلوی جنھوں نے ہنا تذکرہ شعراء ماضیہ انیسویں صدی عیسوی میں مرتب کیا عرفی کی ہندوستان میں آمد کو ۹۹۰ھ کا واقعہ بنایا ہے۔ (الف ۱) سہیل نے اپنے ماخذ کا ذکر نہیں کیا ہے اور ان کے بیان کو تقی کاشی کے بیان پر ترجیح نہیں دی جا سکتی خصوصاً جبکہ تقی کاشی کے بیان کی تصدیق تقی اوحدی کی ایک عبارت سے ہوتی ہے جس کے مطابق عرفی نے سرزمین ایران کو ۹۹۲ھ یا ابتدائے ۹۹۳ھ میں خیرباد کہا تھا اور خود عرفی کے کلیات کے چند اہم نسخوں میں کچھ ایسے قطعات ملتے ہیں جن سے عرفی کا ۹۹۱ھ میں ایران میں موجود ہونا ثابت ہے۔ ہندوستان آنے کے لئے عرفی نے جو راستہ منتخب کیا اس کے متعلق بھی سوائے تقی الدین کاشی اور امین ابن احمد رازی کے تمام دوسرے معاصر تذکرہ نگار خاموش ہیں۔ تقی کاشی کے بیان سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ عرفی دریا کا سفر کرکے ہندوستان پہونچا۔ اور امین رازی کی ہفت اقلیم سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے

(الف ۱) تذکرہ شعراء ماضیہ (مخطوطہ آزاد لائبریری، علی گڑھ) کی عبارت حسب ذیل ہے:

"تسع و ثمانین و تسعمائۃ در وطن مالوف بود و بہ انشائے غزل و مثنوی اشتغال می نمود۔

در تسعین و تسعمائۃ وارد ہندوستان گردید"

۱ خلاصۃ الاشعار (مخطوطہ آزاد لائبریری، علی گڑھ) ص ۳۱۲ پر تقی کاشی رقمطراز ہیں:

"در شہور ۹۹۲ھ او از فارس از راہ دریا بجانب ہند خرامید....."

ایران سے عرفی بندر جرون سے روانہ ہو کر دکن آیا۔[۵]

عرفی کو ہندوستان پہونچنے کے لئے خشکی کے قریب راستہ کو چھوڑ کر دریائی سفر اختیار کر کے شمالی ہند (جہاں اہلِ ایران کی زبردست قدردانی ہو رہی تھی) کے بجائے دکن آنا بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بنظر غایر دیکھا جائے تو اہلِ ایران خصوصاً اہلِ شیراز کے لئے اس عہد میں سب سے زیادہ شناسا علاقہ دکن ہی تھا اور اس لئے عرفی کا ہندوستان میں سب سے پہلے دکن آنا چنداں تعجب خیز نہیں ہے۔ شمالی ہند میں سلطنتِ مغلیہ قائم ہونے سے بہت قبل دکن ایرانی فضلاء کا مرکز بن چکا تھا اور بہمنی خاندان کے مشہور وزیر محمود گاواں کی داد و دہش نے ایرانیوں کے لئے سرزمینِ دکن کو ہموار کر دیا تھا۔ بیجاپور میں ۱۴۸۹ء میں عادل شاہی حکومت قائم ہونے کے بعد دکن میں ایرانیوں کی آمد کا سلسلہ اور بڑھ گیا تھا اور طاہر شاہ (متوفی ۹۵۳ھ مطابق ۱۵۴۶ء) کی آمد اور احمد نگر کے حکمراں برہان نظام شاہ کے شیعہ مذہب قبول کرنے کے بعد دکن کی فضا اہلِ ایران کے لئے اور بھی سازگار ہوگئی تھی، دکن میں ایرانیوں کا اقتدار علی عادل شاہ (متوفی ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء) کے عہد میں اپنے انتہائی عروج پر تھا۔ بیجاپور کا یہ حکمراں اولاً عنایت اللہ شیرازی اور اس کے بعد فتح اللہ شیرازی کے زیرِ تربیت رہا اور اس کے عہد میں بیجاپور میں لاتعداد اہلِ ایران خصوصاً اہلِ شیراز جمع ہو گئے تھے۔ عرفی کا فتح اللہ شیرازی سے گہرا تعلق تھا اور قدرت اللہ شوق کے بقول وہ فتح اللہ شیرازی کا مُنہ بولا بیٹا تھا۔[۱] ابوالقاسم فرشتہ کے بقول فتح اللہ شیرازی ۹۹۰ھ میں (جب عرفی نے ایران سے ترکِ وطن کیا تھا) دکن سے اکبر کے دربار میں پہونچا تھا۔[۲] (اگرچہ شاہنواز خاں مآثر الامرا میں فتح اللہ شیرازی کا فتح پور پہونچنا ۹۹۱ھ کا واقعہ بتاتے ہیں[۳]) ان حالات میں یہ بات قطعی بعید از قیاس نہیں ہے کہ عرفی تلاشِ معاش کے سلسلہ میں ہندوستان میں سب سے پہلے فتح اللہ شیرازی سے ملنا چاہتا ہو اور اسی وجہ سے ایران سے آنے کے بعد سیدھا احمد نگر پہونچا جہاں علی عادل شاہ کے انتقال کے بعد ہی سے فتح اللہ شیرازی مقیم تھے اور کیونکہ فتح اللہ شیرازی اسی زمانہ میں دکن چھوڑ کر دربارِ مغلیہ

---

[۱] جامِ جہاں نما (مخطوطہ رضا لائبریری' رامپور) کے صفحہ ۲۹۰ پر قدرت اللہ شوق رقمطراز ہیں: "در ایام فتح اللہ شیرازی کہ عرفی شاعر متبنیٰ او بود خدمت صدارت کل ہند داد....." [۲] تاریخ فرشتہ، جلد اول (مطبوعہ ۱۳۲۳ھ) صفحہ ۳۶۵۔ [۳] مآثر الامرا' جلد اول (مطبوعہ کلکتہ) ص ۱۰۱۔

[۵] ہفت اقلیم، الاقلیم الثالث، ذکر عرفی صفحہ ۱۴۸ در مخطوطہ لکھنؤ یونیورسٹی کی بیاض عرفی شیرازی کے صفحہ ۱ پر "و او ابتداء از بندر جرون بدکن وارد شد..."

پہونچ چکے تھے اس لئے عرفی نے بھی کچھ مدت احمد نگر میں قیام کرنے کے بعد شمالی ہند کا ارادہ کیا۔

عرفی کے دکن کے قیام کے حالات بہت ہی کم دستیاب ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں صرف تقی کاشی، امین احمد رازی اور کشن چند اخلاص نے تھوڑے بہت حالات لکھے ہیں۔ تقی کاشی کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ اہل احمد نگر نے اپنی بساط بھر عرفی کی قدردانی کی لیکن امین احمد رازی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفی کی جتنی قدردانی ہونا چاہیے تھی اتنی نہ ہوئی اور اسی وجہ سے عرفی نے احمد نگر سے فتح پور سیکری کا رُخ کیا۔

تقی کاشی خلاصۃ الاشعار میں لکھتے ہیں:[1]

> وقتے در احمد نگر رحل اقامت انداختہ دران دیار مسکن گزیدہ۔ مردم آن دیار چون استعداد و قدرت وے را در شاعری دانستند، لوازم تعظیم و تکریم بجائے آوردند و دران اوقات اشعار خوب از قصیدہ و غزل در سلک نظم ترتیب نمود و فضل شاعری خود را بر اقران و اکفا مثل مولانا ظہوری و ملک قمی و دیگر شعرائے آن نواحی ظاہر فرمود و در تمامی اسالیب نظم معانی غریبہ و افکار عجیبہ خصوصاً در قصیدہ و غزل و رباعی و مثنوی برلوح اعتبار منقوش ساخت "

تقی کاشی کے برخلاف امین احمد رازی کا بیان حسب ذیل ہے:[2]

> "..... و ابتدائً از بندر جرون بدکن وارد شد۔ دران ولایت او را ترقی چنانکہ باید دست نداد۔ لاجرم متوجہ ہند گردید۔"

اور اسی سلسلہ میں کشن چند اخلاص کا بیان حسب ذیل ہے:[3]

> "اول بدکن آمد و چندے در احمد نگر با مولانا ملک قمی و ملا ظہوری صحبت داشت"

(باقی)

۱؎ خلاصۃ الاشعار (مخطوطہ آزاد لائبریری) ذکر عرفی شیرازی۔

۲؎ ہفت اقلیم (مخطوطہ ٹیگور لائبریری، لکھنؤ) ص ۱۲۸

۳؎ ہمیشہ بہار (مخطوطہ خدابخش لائبریری بانکی پور) ص ۲۴۳